

یہ بھی ایک نمونہ ہے حکومتِ فرماں مانی کا

(دوسری قسط) (صدر شعبہ عربی۔ کالج کٹریہ نیرسٹی۔ کراچی)

عمر حضرت عرب بن عبدالعزیز کے قریب دوست اور عزیز تھے۔ وہ ایک دن یہ تصور کر کے کہ ان سے خلیفہ کی بڑی دوستی تھی لہذا وہ کچھ مال ان سے حاصل کر سکیں گے۔ جب انہوں نے خلیفہ سے پیسے مانگے تو انہوں نے ان سے مندرجہ ذیل سوالات کئے۔

کیا آپ محتاج ہیں؟ نہیں کیا آپ پر قرض؟ نہیں، تب کیسے تم نے جرأت کی کہ میں مسلمان کا مال بلا ضرورت تم کو دیدوں اور مسلمان فقرا کو چھوڑ دوں۔ اگر تم پر قرض ہو یا کوئی واقعی ضرورت ہو تو پوری کھول اپنا حساب خود کر دو قبل اس کے کہ صاحب تم سے پوچھا جائے۔

خلیفہ رائد نے یہ جواب ایک بہت قریبی دوست اور عزیز کو دیا جس سے ان کے طرز فکر کا اندازہ بخوبی ہوتا ہے۔ تاریخ میں یہ واقعہ درج ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب کی یہ عادت تھی کہ وہ لوگوں کو رعیت کا حال معلوم کرنے کے لئے نکلتے تھے اور صاحب حاجت کی مدد کرتے تھے ایک رات کو جب گشت کر رہے تھے تو حکام وقت تھا ایک بوڑھی عورت نے اپنی لڑکی سے کہا کہ اللہ کر دو دھرم میں پانی ملا دو۔ لڑکی نے جواب دیا کہ خلیفہ عمر بن خطاب نے منع کیا ہے بوڑھی بونی کہ کیا وہ یہاں دیکھ رہے ہیں لڑکی نے کہا کہ منکران کا خدا دیکھو رہے۔ آپ نے فکر واپس آکر اپنے بیٹے عامر سے کہا کہ جا کر ان لوگوں کو دیکھ آؤ میں تمہاری شادی اس لڑکی سے کرنا چاہتا ہوں۔ اس سے حضرت عامر بن عمر بن خطاب کی شادی ہو گئی۔ اس لڑکی کو اللہ نے ایک بیٹی ملی لکنت ام مامم عطا کی اس بیٹی سے عبدالعزیز بن مروان نے شادی کی اور

دے گا۔ آپ نے مزید فرمایا کہ دیکھو بیٹی امیر کے اس شخص کو جس کے چہرہ پر غم کا نشانہ ہو وہ خوش نصیب اور سعید ہے آپ کی بیٹی تین کوئی حضرت عمر بن عبدالعزیز پر صادق آئی۔ ان کے چہرہ پر غم کا نشانہ تھا عمر بن عبدالعزیز نے ایک بار فرمایا کہ اسے بڑا مہم تم خود اپنے آپ کو طاعت کرو جب کہ عبدالعزیز نے عمر بن خطاب کو بونی سے رشتہ کیا تو عمر بن خطاب عمر بن عبدالعزیز کی شکل میں ظاہر ہوئے حضرت عمر بن عبدالعزیز ۶ برس تک مدینہ کے گورنر رہے۔ اس مدت میں انہوں نے انصاف قائم کیا۔ اور سب سے بڑا کام یہ کیا کہ جو لوگ حجاج کے قتل کے ڈر سے مدینہ بھاگ آئے ان کو وہ پناہ دیتے، حجاج کو یہ امہرت ناگوار تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو اس کا ظلم سخت ناگوار تھا۔ حتیٰ کہ فرمایا کہ جب قیامت کے دن لوگ اپنے جباروں کو پیش کریں گے تو ہم حجاج بن یوسف کو پیش کر کے سب پر سبقت لے جائیں گے۔ حجاج نے خلیفہ ولید بن عبدالملک پر یہ انڈالاکہ جو لوگ خلفائے نبی امیہ کو برا بھلا کہتے ہیں ان کو عمر بن عبدالعزیز نے خود قتل کرتے ہیں نہ ہم قتل کرتے ہیں بلکہ ان کو پناہ دیتے ہیں۔ ولید نے ان کو طلب کیا اور پوچھا کہ خلفا کو گالی دینے والے کو آپ قتل کیوں نہیں کرتے؟ حضرت عمر نے دریافت کیا کہ ناحق قتل نفس جائز ہے؟ خلیفہ بولا نا جانتے۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ جو خلفاء کی حرمت پر حملہ کرے گا اس کو قتل نہ کیا جائے پھر اس سے تم درجہ کیڑے کی سبب جرم۔ خلیفہ خاموش ہو گیا ۶ برس حجاز اور مدینہ کی گورنری کے بعد ولید نے ان کو معزول کر دیا۔

حضرت عمر اپنی بیٹی ام عمر کو بہت چاہتے تھے جب انہوں نے بائدادین ضبط کیں تو ان میں ان بیٹی کا حصہ بھی تھا۔ جب انہوں نے حجاج سے کہا کہ حجاج نے ان کو بھی لے لیا تو انہوں نے کہا کہ میں خود

ان کو واپس کر دی گئی، یہ دیکھ کر وہ شکایت کرنے آئیں، انہوں نے کہا کہ تم خلیفہ اب تک میرے ساتھ حسن سلوک کرتے تھے، مگر تم نے ہماری جائیداد چھین لی۔ فرمایا کہ ظلم سے لی گئی چیز نفی وہ اصحاب حق کو دے دی گئی میں یہ روکنا کہ اپنے مال میں آپ کی خدمت کروں گا۔ تو وہ بولیں کہ کتنا مال تمہارے پاس ہے، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ میرے پاس ایک جائیداد ہے جو میں نے اپنی کمائی کیسے سے خریدی تھی اس سے ۲۰۰ دینار سالانہ آمدنی ہوتی ہے۔ ان کی بیٹی عمر نے فرمایا کہ کہاں میری آمدنی اور ضرورتیں اور کہاں بیڈا سی جائیداد حضرت عمر نے فرمایا کہ میں مسلمانوں کے بہت المال سے صرف اصحاب حاجت کو دے سکتا ہوں۔ بلکہ جب انہوں نے دیکھا کہ خلیفہ وقت کوئی روٹی تک اور مسور کے ساتھ کھانا کھا رہا ہے تو بولیں ذرا اس سے بہتر کھانا کھایا کرو، خلیفہ نے فرمایا اس سے زیادہ لاؤں کہاں سے۔

ایک دفعہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے یا تھا بی بیوی فاطمہ کے کندھے پر رکھ کر فرمایا کہ اے فاطمہ وہ دن کتنے عمدہ تھے جو "مرج وابق" میں گذرے فاطمہ نے جواب کہا کہ مگر آج جو طاق اور قدرت تیرے کھتے ہیں وہ بہت زیادہ ہے، جو "مرج وابق" کے زمانہ میں حاصل نہ تھی، حضرت عمر نے شخص سزا گیا یہ بات بھی تھی مگر یہ سن کر ان کو اپنی ذمہ داری کا احساس بڑھ گیا اور ان کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔

ایک بار حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے گھر میں تشریف لائے۔ اور اسلام علیکم کہا، مگر لڑکیاں اپنا منہ بند کر کے دروازہ کی طرف بھاگیں سلام کا جواب پانچ آنکھوں نے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ گھسے والوں نے بتایا کہ آج کھانے کو کچھ نہ تھا ان بچوں نے مسور کی دال اور پیاز کھیا ہے، پیاز کے بدبو سے ان کو ڈر لگا لگا آپ کو تکلیف نہ ہو۔ اس نے یہ بھائیوں۔ یہ سن کر آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے، اور پھر خاموش ہو گئے۔

حضرت مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی نے "مشال حکمراں میں لکھا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس ایک غلام تھا۔ اس کو حکم دیا کہ

ایک چادر خرید لاؤ وہ چادر خرید کر لایا تو فرمایا کہ بڑا گرم اور قیمتی ہے آئے ہو جا کر سستی لے آؤ۔ اس پر وہ نہیں دیا فرمایا کہ کیوں ہے۔ اس نے عرض کیا کہ حضرت جب خلیفہ نہیں تھے گورنر تھے تو ایک چادر ملگوانی اور وہ نہایت نرم اور قیمتی تھی اس کو آپ نے دبا کر دیکھا اور فرمایا کہ یہ بڑی موٹی اور نراب ہے جا کر گھر لے آؤ۔ کہتے ہو کہ عمر بن عبدالعزیز جب مرج وابق سے نکلے تو ان کا سامان بہ اونٹوں پر لاد گیا۔ نہایت خوش و شمع خوشبو پوشاک تھی، اور نہایت ستم کی زندگی گزارتے تھے۔ مگر وہی شخص جابانک خلیفہ بن کر ایک عابد و خاد کی زندگی گزارنے لگا اس کا انداز نظر قطعاً بدل جاتا ہے اب وہ پوری سلطنت کو اپنی نگاہ میں رکھتا ہے اور کیوں نہ ہو ان کے نانا عمر بن الخطاب نے جب ایک بار قطیف پر آؤ تھے لکھا ناچھوڑ دیا اور لکھی یا مکھن) اور اس ان کو عادت تھی لہذا آنتوں سے بعض وقت قرقر کی آواز محسوس ہوتی مگر وہ فرماتے چاہے جتنا قرقر آؤ جب تک قطیف ختم نہ ہو جائیگا اور تمام مسلمان ناراض حالت میں نہ آجائیں گے میں مکھن نہ چکوں گا۔ اب انھیں کے خاندان اور خون سے تعلق رکھنے والا انھیں کی سنت پر عمل کرتا ہے اور نہایت اقساب نفس اور اپنے اہل و عیال پر سخت نظر رکھ کر دوسروں کو مالدار بنا دیتا ہے اور خود حالت فقر میں اس جہاں سے کوچ کرتا ہے اور اس کے ہونٹوں سے اس آیت کی آواز آتی ہے۔

تلك الذی اتخذه و بخلها للذین یكفرون علواً فی الامراض ولا فساداً و العاقبة للمتقین

یہ آیت والا تو ہم ان لوگوں کو مٹا کرتے ہیں جو کفر میں مبتلا اور فاسق ہیں چاہتے اور انجام پر چڑھا لاروں کیلئے ہے یہ پڑھتے پڑھتے سر نہ لگ گیا اوس آنکھیں ہمیشہ کے لئے بند ہو گئیں

(بال آسنده)

حضرت مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی نے "مشال حکمراں میں لکھا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس ایک غلام تھا۔ اس کو حکم دیا کہ

سرپرست مولانا امین اللہ ندوی نائب ناظم عدوۃ اسلام ادارہ تحریر شمس الحق ندوی محمود الازہار ندوی

مشکلہ کورٹ مولانا اندر کھٹلا ندوی مولانا اسحاق ندوی مولانا عبدالغفار ندوی مولانا عبدالغفار ندوی مولانا عبدالغفار ندوی مولانا عبدالغفار ندوی

خط و کتابت و سنی آرڈر کاپیہ

ذریعہ اشتراک 93 عدوۃ اسلام، تھمٹو 226007 (پو پی)

ذریعہ اشتراک 93 عدوۃ اسلام، تھمٹو 226007 (پو پی)

بیردن ملک بھری ڈاک

تعمیر حیات

بیتارکہ روزانہ

جلد ۲۸، ۲۵ فروری ۱۹۹۱ء مطابق ۹ شعبان ۱۴۱۱ھ شمارہ

مولانا امین اللہ ندوی مولانا عبدالغفار ندوی مولانا عبدالغفار ندوی مولانا عبدالغفار ندوی

صلح حسین کی ہم جوئی اور نتائج

عراق تباہ ہو رہا ہے، کویت تباہ ہو چکا۔ امت اسلام کا یہ خط جس کو تلخ عربی اور تلخ فارسی کہتے ہیں، لہذا ان اور محمد سے چھ ہورہا ہے، اور یہ سب تباہی کے پروردگار کی طرف سے ہے۔ ۳۱ اگست کو عراق نے کویت پر قبضہ کر لیا اور وہاں کی سب دولت کوٹی، اس نے اس اقدام سے قبل کویت پر اور اس کے قریبی مسلمان عرب ملکوں پر یہ الزام لگایا کہ ان کی غلط پالیسی سے عراق کو اقتصادی پوزیشن اور نقصانات کا سامنا کرنا پڑا ہے وہ تیل سے تیل اس طرح نکال رہا ہے کہ اندازاً عراق کا تیل بھی کھن کھن کر کویت کے تیل کے کنوئیں میں چلا جاتا ہے لہذا ہماری تیل کی ایک مقدار کویت میں چل گئی ہے۔ ہمارے آٹھ سال ایران سے جنگ لڑی ہے، نہ لڑتے تو ایران فتح کرتا ہوا ان غنیمی ملکوں کو بھی فتح کر لیتا، لہذا یہ ملک ہمارا لٹا پڑا زمین اور ہمارے ملک میں جنگ سے جو تباہی آئی ہے اس کو ٹھیک کرنے کے لئے ہم کو مدد دین اور تیل کی پالیسی میں ترقی دینا ہے، نتیجاً ان ملکوں نے جن میں سعودی عرب اور کویت پیش پیش تھے، کہا کہ جنگ میں ہم نے بی اس اب ڈالر اور کھرب ہونے کی مدد سے، بی بی بی ہے، کچھ اور ملے لیکن ہم سالانہ طور پر لاکھوں کے مال میں نہیں، بھلا چڑھا تو عرب ایک اور قوم اسلامی کی مدد سے صفائی کی کوشش کی لیکن صدر عراق صلح حسین نے کہا کہ قطعاً اسے لاقطع الاذواق (یعنی گڑبگڑ میں لے، لیکن بی بی بی کی ضرورت نہ ملے گی) اور اس کے ساتھ بائیکاٹ کویت کی سرحد پر لگا دی۔ کویت نے دوسروں کو متوجہ کیا، مصر اور سعودی عرب نے سمجھایا، صلح حسین نے کہا کہ ہم لڑیں گے، میں یوں ہی اڑوٹا جانتے ہیں۔ ہوتے ہوتے بالآخر ہم اور اگست کی رات میں فوج کویت کے اندر داخل ہوئی اور قبضہ کر کے فوج کویت کی جنرل سرحد تک پہنچا کر سعودی عرب کی سرحد پر لگا دی اور کہا کہ ہم سعودی عرب کو بھی سمجھائیں گے، اور یہ نعرہ دیا کہ اب تو فلسطین کو فتح کرنا ہے۔

لیکن پہلے ان عرب ملکوں کو سمجھائیں، اور کہا کہ "اسلام اور جہاد کو فلسطین کو آزاد کرنا ہے، عرب ملکوں نے کہا کہ فلسطین کا راستہ اصرار ہے، اور فلسطین پر آج تک تو کوئی گڑبگڑ نہیں دکھائی، کویت پر قبضہ کرتے وقت اسلام کا جہاد زور دینے لگا، ان سب کا جواب صدر صلح حسین نے دیا کہ بس کچھ نہیں، اب تو جہاد ہو گا فلسطین میں گئے، اور جو ہمارے راستے میں رکاوٹ ڈالے گا اس کو بھی ہم سمجھ لیں گے۔ کویت کے تعلقات برطانیہ سے تھے، اور سعودی عرب کے تعلقات امریکہ سے، عراق کی تیار کردہ گرنیٹک روس نے لرائی تھی، لہذا یورپ اور امریکہ کی طرف سے کویت کے خطہ کو سامنے رکھتے ہوئے کویت اور سعودی عرب کو چیلنے کے لئے لاکھوں کے ساتھ جو بی بی بی شروع ہو گئیں، ان کا مظاہرہ تھا کہ عراق فوراً کویت چھوڑ کر واپس چلا جائے ورنہ ہم طاق کے زور سے اس کو کویت سے نکالیں گے، اس نعرہ میں پانچ ماہ لگ گئے اور نتیجہ کامیاب اور یورپ خطہ تک فوجی تیاریوں کے ساتھ سعودی عرب کے شمال مشرقی علاقے میں حجاز کو فتح کرنے کے لئے، دیکھ کر ہمارے حلق کو کھینچا پھوٹے، مگر جنگ کی فوج نہ گئے، جنگ بڑی تباہ کن ہوئی، اور نقصان اڑھا کر ہوا اڑھا کر، صرف مسلمانوں کا ہوا، امریکہ دوسرے اس کا قہر مسلمانوں کے بعد آئے گا، لیکن صلح حسین نے دانا، ان کے سامنے تو یہ تھا کہ گورنر کا مشا مشطور، بی بی بی مشا مشطور، قطعاً اسے لاقطع الاذواق، اور جہاد طاق اس کے لئے ہے کہ ہم تو فلسطین کو بھی آزاد کرانے کے لئے، اور امریکہ کی فوجوں کو خوں میں نہلا دیں گے، اور امریکہ کو پتہ چلے گا جب اس کے فوجیوں کے تابوت امریکہ پہنچیں گے۔

دنیا کا مسلمان جو جرأت کے ساتھ بولے پر بہت خوش ہوتا ہے اور دشمن کو لاکھ بے پروائی میں سے قرار ہوتا ہے اور نعرہ لگاتے دال کے حالات کو دیکھتا ہے اور اس کے نفسی مقاصد کو بلکہ ایسے لیدر کو آٹھ بند کر کے اپنا بیرونی سیاست، صدر صلح حسین کا فردا عاشق اور فدائی بن گیا، اور اس طرح صدر صلح حسین نے اپنی دیکھ کر ہی حصول مال کے کام کو جہاد اور فلسطین کے نام سے غلط طور پر لے کر مسلمانوں کو بیرونی دنیا کا غلام اور قصہ سے پیسہ دہ لینے ملک میں اسلام پسندوں اور دینداروں کو کھینچنے سے اور اس کے حصول پر کام کرنے والی ایجنٹ عربی پارٹی

کے جھنڈے اور دستور کے تحت عراق کی حکومت چلانے سے اور کویت فتح کرنے ہی انھوں نے جہاں فلسطین کا جھنڈا اٹھایا اور کویت چھوڑنے کے مسئلہ کو ان کو عزت کا مسئلہ بنایا۔ حالانکہ اس کے نتیجے میں ایک خون آشام جنگ کا خوضہ نظر آ رہا تھا جس میں ایک طرف ان کی تیار کی ہوئی طاقت تھی اور دوسری طرف تعداد زبردست عسکر تھے۔

بالآخر ان کی خدمت نے جنگ تک پہنچایا وہاں سے کے نتیجے میں امریکہ کو نقصان پہنچانے کو کہا جاتا تھا اور بھی مضبوط کر دیا اور امریکہ کے فوجیوں کے تابوت بنانا تو کیا ہوتا خود انھیں ان کے ہزاروں ہزار فوجی خاک خون میں لوٹ گئے اور بڑے بڑے جہازوں کی تباہی ہوئی جا رہی ہے اور دیکھئے کہاں لے گئے، عراق کی شہری اور فوجی ترقیوں کو ٹھٹھی چھوٹی چلی گئیں اور ٹھٹھی چھوٹی چلی جا رہی ہیں اور امریکہ کی ہاتھوں میں جہازوں اور مضبوطی اور اسکو مزید حفاظت و تعمیرت کے لئے مزید اسلحہ اور مدد مل رہی ہے اور عراق کے نقصانات کا حال یہ ہے کہ خود اسے نائب وزیر اعظم سعدون حمادی نے کہا کہ اب تک ہمارے تیس ہزار آدمی مارے جا چکے ہیں اور ہم کو امریکہ کی اس سال پچھلے ڈھکیل چکا ہے اور اب کیا جاتا ہے، اور جنگ اور تباہی جاری ہے اور اب تو یہ خطر ہے کہ شہر کے بعد عراق کے حصے بڑے بڑے کے مت و دلاز ملک اس کو کسی قابو باقی نہ رکھ جائے۔

صلحہ حسین کے کویت پر قبضہ کرنے کے بعد پورے پھر اسے اسی تھیلیت صورتحال پیدا ہو گئی پھر اسے چھیلنے نے دنیا کے مسلمانوں کے درمیان اختلاف کی بہت بڑی درڑ ڈال دی مبنیاً اور نظریاتی تصادم کی گرم نضائیں گئی اور ممالک کی تباہی تو بالکل پاش پاش ہو گئی، جس دشمن کے لئے ممالک کو نعمت اتحاد اور تہمت کی خدمت تھی وہ اس سچی مار پیٹ، گالی گلوچ سے سرور مل گئے، اور عرب مسلمانوں کا وہ اہم ترین خطہ جو دولت و مال کا منبع تھا میدان جنگ بنا، نقصانات جو ہوئے ہیں اور جو ہوتا ہیں ان کے مور المعقول اور فوجیہ اعداد و شمار جدید معلوم ہو سکیں گے کیا صلحہ حسین کے اس طریقہ کار کو اور اسے کوئی اچھا نتیجہ نکال سکتا ہے؟ اور اس کے بلے میں کوئی اچھی طے قائل کی جا سکتی ہے؟ لیکن بیچ کی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کی ایک تعداد اس میں بھی حسن ظن کی راہ نکال رہی ہے۔ حسن ظن کی راہ نکالنے والے مسلمان ترین طرح کے ہیں ایک تو بیعت خیالات رکھنے والے افراد ہیں جو حصے سعودی حکومت سے مجاہدین کی قیادت کو ساتھ رکھتے اور ان پر نذر و

نیاز و تقدیر کو دیکھنے کی وجہ سے سیرا ہیں۔ اور ان کی یہ سیرا کی ان کی خواہش میں تبدیل ہو چکی ہے کہ وہاں سے سعودی اقتدار ختم ہو جائے وہاں ان کے علاوہ کوئی بھی آجائے لیکن مسلمانوں کی تعداد عوام میں بہت ہے دوسرے مسلمانوں کے اشتراکیت پسند افراد میں جو سیکر ڈین کے روشن خیال قائدین کو زیادہ پسند کرتے ہیں انھوں نے ہی نظام حکومت سے شدید اختلاف رکھتے ہیں بلکہ اس طرح کی نفرت ہے جیسی کہ فروری ۱۹۹۱ء میں حکومت سے ہوتی ہے، وہ اشتراکی مزاج قائد کی سب کمزوریوں کو نظر انداز کرتے ہیں لیکن شاہی نظام کے قائد کی کمزوریوں کو بہت اہمیت دیتے ہیں اور ان کو اپنے نظریہ کی اصل بنیاد بناتے ہیں۔

اس مزاج کے لوگوں کے نزدیک اگر عراق کی قومی آمدنی سعودی عرب کے ملگ بھگ ہونے لگا اور وہاں کے عوام غریب اور محضے پڑانے حال میں ہوں تو وہ اہمیت زد ہیں بلکہ یہ کہیں گے کہ یہ بھونٹی خیریں ہیں اور سعودی عرب میں اگر خواص عوام سب خوشحال ہوں تو کہیں گے کہ اس سے کیا ہوتا ہے۔ عراق میں قومی اور حکومتی آمدنی کی فراوانی کے باوجود اسلامی مفاد اور مسلمانوں کی بہبود کو مدد دی جاتی ہو تو اس کی کوئی تاویل کر لیں گے اور سعودی عرب کے بے حد فیاضانہ مدد اور کام ہوتا تو کہیں گے کہ اس سے کیا ہوتا ہے۔ بادشاہ اور اس کے حوالی مافی اسراف بھی تو کرتے ہیں اور پیش کرتے ہیں، لہذا اول الذکر ہر جہاں ہمدردی اور تائید کے قابل ہوتے اور خزانہ کو نفرت اور تردید کے تیسری قسم ہمارے مخلصین دیندار قائدین میں سے بعض افراد کی ہے یہ قابل احترام ہیں اور ایسے جذبے کے لوگ ہیں یہ تسلیم کرتے ہیں کہ عراق کا نظام حکومت یقیناً ملحدی مٹی جہت کے زرا اقتدار رہا ہے صلحہ حسین کا ماضی بھی مذہبیہ تہذیب اور اسلامی کے ساتھ عوام کو آزادی راستے سے محروم رکھنے والا اور ظلم و جبر کا بھی رہا ہے لیکن آخر میں اس کی تقریریں اور وعدے بڑے اسلامی جذبے کے سامنے آئے گی کیونکہ وہ کہہ رہے ہیں، اور انشان سے اسلام کے نفع کا کام لے لے، ہمارے ان قابل احترام دیندار قائدین کا یہ حسن ظن ان کے دلوں کی نیکی اسلام کی سر بلندی سے ان کے لیے تعارفی محبت کا نتیجہ ہے اور صلحہ کی آخری دنوں میں بائیں اور تقریباً وسطی مارٹا اور چھانچا مان پیل کرنے والی تھیں۔ بڑی خوشی کی بات تھی کہ یہ تصور و حسن ظن حقیقت بنتا، لیکن انہوں نے صلحہ حسین کے اس طرح کے روج پر دھوکا اور نفوس کی مثالیں مشرق وسطی کے گذشتہ چالیس سالوں میں متعدد قائدین کے یہاں

لمتی ہیں جن میں شریع میں اہل دین خوب خوش ہوتے ہیں اور آخر میں خوب نقصان اٹھانے کا یاقوس ہوتے ہیں۔ شریع میں جمال عبدالناصر پھر مصر قذافی کے معاملہ میں اس سے زیادہ یہ بات رہی۔ اگر صلحہ حسین کا طرز عمل اور ان کی زندگی ان کے اسلام پسند وعدوں اور تقریریں کے بعد بدل جاتی اور وہ محمدانہ اصول پر مبنی بعث پارٹی سے علیحدگی اختیار کر لیتے، اور اپنے ان عسکریت پر کار کو جو عیسائی اور ہودی کی نظر کے میں اسکا اپنا قریب ترین اور معتد رفیق رکھنے یا بعث پارٹی اور اس کے یہ معتد ترین ارکان اپنے پرلے تقریرات سے براہ کمال اعلان کرتے، اور صلحہ حسین فلسطین کو آزاد کرانے کا کام فلسطین سے شروع کرتے اس سے پہلے بھائیوں سے لڑنے اور اپنے ہی گڑھ کی حالت کو دیکھنے سے استیفاء کرتے پھر کویت فتح اپنے محسوسوں کو وہاں جگہ جگہ نصب کرنے اور گھر دیں اور اپنی تصویریں آویزاں کرنے سے منع کرتے اور کویت فتح کر کے وہاں کے عوام کے کاروبار کو برباد اور وہاں کی دولت کو وٹنے سے منع کرتے تو یہ ظاہر ہو سکتا تھا کہ

ان میں تبدیلی آگئی ہے اور وہ شاید اپنے اہلای قروں میں مخلص میں لیکن یہ سب کچھ نہ ہوا، بلکہ ان تمام امور میں ان کا رویہ حسب سابق اور سناٹا رہا، پہلے دیندار اور مخلص قائدین نے ان باتوں پر غور کی نظر نہیں ڈالی ان کو یہ دیکھنا چاہیے تھا اور یہ سمجھنا چاہیے تھا کہ اس وقت دنیا میں سیاست بڑی چالاک کی چل رہی ہے کہیں ان کے سیاستدان انکو بھی اپنی چرب زبانی سے دھوکہ نہ دیں۔ اور اب معاملات اور بھی زیادہ واضح ہوتے جا رہے ہیں ابھی امیدیں موہم ثابت ہوتی جا رہی ہیں اور خطرات حقیقت بنتے جا رہے ہیں۔ لہذا لوگو آپس کے تعلقات میں ممانی اور جانی معاملات میں استاثر ا نقصان سامنے آ رہے ہیں جس کو دیکھ کر سچ ہی سچ کیا جا سکتا ہے اور کوئی مداوا نہیں اور مزید رنج کی بات یہ ہے کہ کئی تجزیوں کے بعد بھی مسلمان اب بھی چرب زبانی اور نفروں کی سیاست سے اس طرح دھوکہ کھاتے ہیں جیسے پہلے مغرب میں کھلنے انوسس! والی اللہ المشتکی

جہاں نہ پلست اس کو تھا وہ وہاں بولا
مراقیب بھی بولا کہ بے زباں بولا
جہن میں مشاخ گل ویا سمن مٹی رہی
جنوں کا درد تھا پھر بھی باغبان بولا
ستم زمانے کا کب تک سہیں اے اہل سین
دشمن روش ہے کبیدہ یہ گستاں بولا
بہادان کے لئے ہے، خزاں ہے کس لئے
یہی متاع حسن اول ہے باغبان بولا
نشان جور و جفا کو کہاں چھپاؤ گے
جہاں پر آگ لگی ہے وہاں دھواں بولا
تحفظات کی خاطر جو پاسباں سے ملا
اسی نے آگ لگائی ہے آشتیاں بولا
خدا کی ذات پر کامل یقین کو فیصل
یہی زمین نے کہا ہے آسماں بولا

مفت
موجودہ دور کے اکابر علماء و مفسرین پایہ مصنفین کی سیکڑوں تصانیف اور ملک کے مشہور و معروف مستند دینی علمی اداروں کی ہزاروں کتابوں کے بلے میں واقف کرانے والی ایک نئی تازہ ترین ایسٹ کتب حسین اردو کے علاوہ عربی، ہندی و انگریزی زبانوں کے نام سے اساتذہ مصنفین درج کئے گئے ہیں۔ ہر سے طلب کریں
ذات المدونہ ہمارے مخلصین و مخلصین کے ذمہ دار ہیں۔ ہر دستہ ذریعہ ذمہ دار حاصل کر سکتے ہیں۔
ہمارا پتلا: الفارستان پبلیشنگ ہاؤس، ۱۱۲/۳۱ - نظیر آباد - لاہور۔

اسلام باں نہیں درمیان ڈول رہا ہے!

مولانا محمد الحسینی

۲۵۔ ۱۹۹۱ء میں تعمیر حیات کے بانی اور مدیر مولانا محمد الحسینی نے اسلام کی دہرا تیز کہاں ترقی زبانی تھی جس میں مرحوم نے اسلام سے لاپرواہی اور اس کو صرف اپنی ارض کے استعمال کرنے کا نقشہ چس کرتے ہوئے یہ بھی واضح کیا تھا کہ ہمارے دینوں کو جب کسی ماحول سے لاپرواہی یا بے اعتنائی سے معاملہ کو ہونا چاہئے تو ضرورت پڑتی ہے تو وہ اسلام کا نعرہ بلند کرتے ہیں اور عوام کو اپنی گمراہی میں باقوت بھاگ کر جب اپنا کام نکالتے ہیں تو اسلام کو سرخاڑ میں ڈال دیتے ہیں، آج کی تصویر اس کے کچھ مختلف نہیں ہے۔ لہذا ہم مرحوم کی روح کو نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے یہ مضمون ہر ناظرین کے لیے کہ اگر آج اس دنیا میں مرحوم نہ ہوتے تو ان کا شاہد قلم سے کہیں زیادہ طاقت کے ساتھ چلتا اور حق کا آئینہ دکھاتا۔ (ادارہ)

اسلام کی کہانی خود اس کے اپنے گھر میں بہت دہرا تیز کہاں ہے۔ ع
کو باسن آچہ کر داک آشنا کر د
یہ اس اسلام کی کہانی ہے جو مختلف قسم کی زنجیروں، بیڑیوں اور طوق و سلاسل میں ملکر ہوا ہے۔ وہ اسلام جس کے راستے میں جگہ جگہ گھڑی کھڑی گئی ہیں، جس کی راہ میں کتنے پھینکے گئے ہیں، جس پر نگرانی اور احتساب کا ہیبرن ملتا ہے، جس کے سر پر موت کی تلوار چمک رہی ہے جس کی پیٹھ امام احمد بن حنبل کی سنت تازہ کرنے کے لئے کھول دی گئی ہے، اور جس کے لئے ہر نیشن میں دل و دماغ کی گھڑیاں اور سماعت کے روزن پوری طرح بند اور معطل کر دیئے گئے ہیں۔ وہ اسلام جس کو بڑے بڑے تہذیبی بڑے بڑے آسٹریلیا، پارلیمنٹ، عدالت، یونیورسٹی، دفاتر اور تمام تہذیبی و ثقافتی اداروں سے بے دخل کر دیا گیا ہے، اور اس کی اپیل سے بغیر اس کا صلحہ عدالت سے خارج کر دیا گیا ہے۔
وہ اسلام جس کے گھرواں اور جس کے بھائیوں، اور دوستوں نے محض اسی پر بس نہیں کیا کہ وہ میدان چھوڑ کر گھر کی چھاد دیواری میں لپٹی زندگی گزارے، انھوں نے محض مرتبہ اس کو زبردستی گھر سے نکال دیا، اور کسی سازش کے اس کو خود نکلنے پر مجبور کیا، چنانچہ اگر آپ ان میں سے کسی کے گھر میں داخل ہوں تو بعض وقت آپ کو یہ محسوس ہو گا کہ آپ کسی مسلمان کے گھر میں ہیں، مگر وہ اس کو اسلامی احکام اور اسلامی آداب کی

آواز سننی پڑی۔
اس کو ترکی، مصر، انڈونیشیا اور پاکستان ہر جگہ یہی کمرہ آواز سنائی دے، حالانکہ یہ ممالک اپنی تعداد، سیاسی قوت و اقتدار اور قیادت کے اعتبار سے عالم اسلام کے ملکوں میں صف اول کے ملک ہیں اور ان میں کسی ملک کا تقاضا نہیں ہے کہ وہ اس عالم اسلامی بلکہ پورے عالم انسانی کی تقدیر بدلنے کے لئے کافی تھا۔
وہ اسلام جس کے ہونٹ بولنے اور قدم اٹھانے سے پہلے یہ وارننگ سے دی گئی کہ خردوار ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکلے اور ایک باغ بھی قدم اپنی جگہ سے نہ ہٹے،
وہ اسلام جس کے دستور قانون کی ایک دفعہ اور جس کی شریعت کا ایک جگہ پر کبھی نافذ نہیں کی گئی، جس کے کسی ملک پر عمل درآمد نہیں کیا گیا اور پھر پوری سے حیاتی، بلکہ ناقہ اور خود پوری کے ساتھ یہ اعلان بلکہ فیصلہ کر دیا گیا کہ اسلام اب نہ لگا رہی ہے، معاشرہ اور ممالک اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا، اسیں صلاحیت نہیں اور وہ ایک خالص شدہ (SPENT FORCE) ہے۔
وہ اسلام جس کو اپنی مقصد ہر لاری اور سیاسی مقاصد کی تکمیل کے لئے، اور مسلمانوں کے دل و دماغ کو سوراخ کرنے کے لئے، خالصتاً استعمال کیا گیا اور اس کی دل کو کھول کر تعریف کی گئی۔
یہاں تک کہ مسلمانوں کے دل کی دھڑکنیں اسے ساتھ دایت ہو گئیں، انھوں نے دل جان، پیکرہ آنسو اور گرم خون کے ساتھ اس راہ پر قربانی خندہ پیشانی کے ساتھ گوارا کی لیکن جب خون لوگوں کے ہاتھ میں آگئی تو انھوں نے بہت سے پروانی اور شان سے نیازی کے ساتھ اپنے شانے پھینکے۔ ہوئے اس غریب اسلام کو یہ جواب دیا کہ تم نے اپنا فرض پورا کر دیا، اور اپنا پارٹ ادا کر چکے، اب تمہاری جگہ سرخوفاں (COLD STORAGE) محفوظ خزانوں لائبریریوں میں ہوگی یا جیل کی کال کوٹھروں اور ابھی سلاخوں میں! ہاں چونکہ کسی اقتدار اور تخت حکومت تک پہنچنے میں تم نے ہمارا بہت ساتھ دیا تھا، بلکہ زیادہ صحیح الفاظ میں ہم نے تم سے بہت فائدہ اٹھایا تھا، تمہاری جان کو تباہی کی جاتی ہے، تم سب کو لے کر ہمیں یہ زبردستی کے تھے کہانیوں اور صاحبین کی حکایت یا مسجد سیدنا حسین قاہرہ میں مقیم امام خطیب نے کہا کہ ہم دی جاسکتا ہے، تمہاری بڑا اہم شخص عامر باندھو کہ انھوں میں سرسنگ کا درگاہ کا ذکر دشمنوں کی سر زمین میں نہیں کہا گیا، بلکہ خود عربی اور اردو میں زبان میں چاہو خطبہ پڑھ سکتے

ہو اور جو شہر میں آقبل کے اشعار بھی پڑھ سکتے ہو اور فلسطین کو آزاد کرنے کی جنگی عمل سے ہمارا یہ عاشقی معاہدہ، بھی لاکھ سمجھا جائے گا اور ہم ہر قسم کی کاروائی کرنے کے لئے آزاد ہونگے وہ اسلام جس کو اس کے میدان میں لایا گیا، اور پھر یہ اعلان کر دیا گیا کہ آج اسکا امتحان ہے، اور دیکھنا ہے کہ اس کا گھوڑا آگے نکلتا ہے یا ہلا ہوتا ہے، پھر تاشا سبوں کی آنکھوں میں دھول چھوڑا، اس کے سپروں میں بھی طرح بائندہ دیا گیا، اس کے سپروں میں پیشیاں مثال دی گئیں، جز اسلامی نظریات اور جمہوری فرسیتوں کے غیر اور گدھان کے مقابلہ میں پوری طرح آزاد چھوڑ دیئے گئے بلکہ اسکا بھگایا اور دڑایا بھی کیا اور پھر یہ کہا گیا کہ دیکھو اسلام کا گھوڑا تو ایک قدم بھی نہیں چل سکتا، یہاں پر تقابلی کی گے گا حالانکہ اسلام کا وہی اصل عربی گھوڑا ہے جو اگر ان گدھوں کا تختہ لٹکی کر دے تو اس کے سپروں اور صدیوں بعد بھی آزاد چھوڑ دیا جاتا تو اپنے ٹاپوں سے شرف و مغرب دونوں کو پامال کر کے رکھ دیتا اور کتنے والا یا لولہ کے کسی گوشے کو دیکھ کر وہ بارہ بولنے پر مجبور ہوتا، جہاں تیرا کی جاتے جا کر برس مائے تیرا خراج آوے اور تیری بہ حال سے کسی پاس کی تلی کا وہ اسلام جس کا چکر کے ہاتھ کاٹنے کا قانون ہے کہ بڑا نافرمان نہیں کیا گیا کہ وہ زندہ رہے سود کی حرمت کی یہ کہ گرفتار درزی کی کٹی کو زینا ملن اور ناقابل عمل سے اختلاف اور بے حجابی کی مخالفت پر یہ کہا گیا کہ یہ پینہ کی علامت ہے، زنا کی سزا یہ کہا گیا کہ یہ عذاب ہے، لہذا دشمنین اور اللہ رسول کے دشمنوں کی تقلید اور ان کی شہادت اختیار کرنے کی مخالفت کو یہ کہا گیا کہ یہ سنگ نظری اور شہادت ہے، یہ حیاتی اور فتنہ و فحشاء اور کئی کئی چیزیں کے آڈن کو ختم کرنے پر یہ کہا گیا کہ یہ نصرت یعنی بے دینی شعور، آخرت پر ایمان جمہور کی نگرانی نفس اور خواہشات کی مخالفت، خدا کے خوف اور اس کی حرام کردہ چیزوں سے اس طرح بھگنا جس طرح کوئی مستند مسلمان عبادت گزار سے بھاگتا ہے، اور اس کی رضائیں اور خوشنودی کی اس کی طلب اور پیاس، جس طرح صورتوں کی پیاس کو مٹھنے پانی کی پیاس ہوتی ہے، اور اس کے احکام کو تمام صحاح اور ضروریات اور خواہشات و مطالبات پر مقدم رکھنے کے متعلق یہ کہا گیا کہ یہ زبردستی کے تھے کہانیوں اور صاحبین کی حکایت یا مسجد سیدنا حسین قاہرہ میں مقیم امام خطیب نے کہا کہ ہم دی جاسکتا ہے، تمہاری بڑا اہم شخص عامر باندھو کہ انھوں میں سرسنگ کا درگاہ کا ذکر دشمنوں کی سر زمین میں نہیں کہا گیا، بلکہ خود عربی اور اردو میں زبان میں چاہو خطبہ پڑھ سکتے

کویت میں عراقیوں کی آمد

کچھ مشاہدات

سید حسرت علی صاحبی

کویت میں تقریباً ۲۰ سال سے کویت میں تھا۔ عراقیوں کی آمد اس کے بالکل پڑوس میں ہے۔ اس لئے مجھے وہاں کے ریڈیو، ٹیلی ویژن سے براہ راست وہاں کے حالات سے واقفیت ہوتی رہتی تھی، میرے جیسے دولاکھ سے زائد برصغیر کے باشندے بھی کویت میں تھے مجھے اور ان میں سے بہت سے لوگوں کو عراق کے اندر بھی بلانے کا موقع ملا، براہ راست وہاں کے حالات دیکھے، وہاں کے اخبارات، ریڈیو ٹیلی ویژن سے بھی مجھے معلوم ہوتا رہا، شہری سہولتوں اور جمہوری آزادی کے لحاظ سے دونوں کا جو علاوہ علاوہ طرز تھا، میں بڑے دیکھتا رہا، مذہب کے سلسلہ میں دونوں ملکوں کے رویے میں جو فرق تھا وہ بھی صاف نظر آتا رہا، میں نے ایران سے عراق کی جنگ بھی دیکھی، اور اس میں صدام حسین صاحب کے بیانات و تقریریں سنی، عراق ریڈیو ٹیلی ویژن سے سب معلوم ہوتا رہا۔

میرے جیسے دولاکھ سے اوپر پڑھنے والے پاکستانی بھی یہی سب دیکھتے رہے وہ سب آج اپنے اسی ہندوستان و پاکستان میں موجود ہیں، انہوں نے ہندو پاک کے لوگ ان سے معلومات حاصل کیے بغیر عراق کی اس جنگ کے سلسلہ میں صدام حسین کے متعلق اعلیٰ تصور قائم کر رہے ہیں، وہ نہ ان کے اصل حالات معلوم کرتے ہیں اور نہ کویت پر قبضہ کرنے سے قبل اور بعد ہی کی صورت حال کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

وہ کویت سے لڑنے آئے ہوئے ان لاکھوں آدمیوں سے دریافت کریں تو ان کو معلوم ہو کہ یہ سب ملک گیری کی جنگ کے علاوہ کچھ نہیں، جس میں کویت کے حکمرانوں کا نقصان ہو رہا ہے، بڑا ہوا، بیکس وہاں رہنے والے لاکھوں انسانوں نے کیا قصور کیا تھا کہ ان کو تباہ و برباد کیا گیا، مسجدوں تک کو نقصان پہنچا دیا گیا، ان سب باتوں سے حضرت صدام حسین کو کیسے بری کیا جا سکتا ہے ایک طرف وہ فلسطین کے عرب مسلمانوں کو ہر طرف سے نجات دلانے کی بات کرتے ہیں، دوسری طرف کویت میں بیٹھے اور بے گناہ لوگوں کو برباد و تاراج کرتے ہیں، ان باشندوں کا کیا گناہ تھا انہوں نے کس کا کیا لگا رہا تھا، پھر ان میں لاکھوں غیر مسلموں کا کیا تصور تھا، ہم ان کی اپنی حکومت نے اپنے عراقی عوام کے ساتھ جو طریقہ اختیار کر رکھا ہے، اس کو دیکھتے ہوئے اور کویت کے رہنے والوں پر جو مصیبت کے پہاڑ توڑے گئے ہیں اس کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے فلسطین آزاد کرانے کا نعرہ دیا ہے لیکن فلسطین اگر انہوں نے حاصل کر لیا تو نشانہ نہیں اور موجودہ مصائب سے زیادہ مصائب میں پڑ جائیں اور وہ آزادی اور آرام بھی نہ رہے جو اس وقت ہے۔

کویت میں لاکھوں غیر ملکی جو کویت میں اپنی معاشی زندگی گزار رہے تھے، وہ چلے جس فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں، مطلقاً تھے، آرام و آسائش کی زندگی سے لطف اندوز ہو رہے تھے، نہ کسی قسم کا ٹیکس تھا، نہ علاج و معالجہ میں کوئی پریشانی، پھر سے بڑا آپریشن چاہے وہ دماغ کا ہو یا دل کا مفت ہوتا تھا، تعلیم کی ہر طرح سہولت تھی، ملازمت پر کوئی روک نہ تھی، ریگولر ملازمت سے جو زیادہ دولت کا کر اپنے ملک بھیجتے، اپنی ذمہ داریاں پوری کرتے، اپنے اعزہ و اقربا کی پوری اعانت کرتے، بیہیمہ پیسے میں کوئی پابندی نہ تھی، جتنا چاہا ہو پیسہ اور جس نام چاہا ہو پیسہ دین داری کا شوق لوگوں میں زیادہ ہونے لگا تھا، وہاں کی تنظیمیں اور مخیر لوگ دینی کاموں میں دل کھول کر حصہ لینے، اسلام کی تبلیغ اور اس کی اشاعت میں دل و جان سے لگنے لگے رہتے، انہوں نے تمام دنیا اور اندرون ملک مسجدوں کی تعمیر، مدرسوں کی تعمیر، مغربی ملکوں میں اسلامی مراکز کی تعمیر، اس کے اخراجات اپنے ذمہ لے رکھے تھے، فلسطینیوں کی اقتصادی مدد کرتے تھے، اپنے یہاں ان کو پناہ دے رکھی تھی، اچھی سے اچھی پناہ ان کو دی تھی، افغانستان میں مجاہدین کی ہر محاذ پر مدد کی۔

۲ اگست ۱۹۹۰ء مطابق ۱۲ محرم الحرام ۱۴۱۱ھ عراق نے کویت پر حملہ کیا اور قبضہ کر لیا، عراق کا یہ حملہ اپنے ایسے پڑوسی ملک پر تھا، جس نے اس کی عراقی ایران جنگ میں اقتصادی معاشی سیاسی اور اخلاقی مدد کی تھی، اس کا ساٹھ لاکھ

۲۵ فروری ۱۹۹۰ء

مرسدین ہوں یا جاپانی یا امریکن چرائی گئیں، اور پھر عمارت کو آگ لگا دی گئی، کویت سے بھاگنے کا ایک ہی راستہ تھا اور وہ عراق کا راستہ (سعودی راستہ بند تھا) شروع کے بھاگنے والوں کے سامان کو لوٹا گیا، ان کی چیزیں چھین لی گئیں، گھڑیاں اتاری گئیں، عورتوں کے زیور اتار لئے گئے، پاکستانیوں کی کاریں بھی چھین لی گئیں۔

عراق ایران سے ۸ سالہ جنگ سے ابھی فارغ ہوا تھا، بہت سے جوان اپنے گھر بھی نہیں جاسکے تھے کہ ان کو موجودہ جنگ میں تھوکر دیا گیا، جن جوانوں کو ہرنے دیکھا وہ ان کی ریگولر فوج تو نہ تھی، لیکن کویت میں کٹر لڑنے والے وہ جوان تربیت یافتہ تھے، ان کی حالت اچھی نہ تھی، لباس بھی بوسیدہ بوسیدہ تھا، بعد میں کویت ملٹری بیس سے حامل کی ہوئی وردی ان کو دی گئی، سبلائی کا نظام ٹھیک نہ ہونے کی وجہ سے ان کو فاقہ بھی کرنا پڑتا تھا، اس کا ثبوت یہ ہے کہ ہم بیرونی لوگوں سے بعض وقت وہ لوگ روٹی پیچھن لیتے تھے یا باصرہ مانگ لیتے ہم لوگوں کو تعجب ہوتا۔

اتفاق سے جس دن عراق نے کویت پر قبضہ کیا، ہمیں خرم کا تھا اور دن عاشورا اس دن حملہ کرنا، حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو شہید کرنے کی یادگار ہو سکتا ہے، اچھے کام کی نہیں، ہائیر عراقی کونسل اور اس کے چیف صدر حسین نے کویت پر حملہ کیا اور جہاد کا نعرہ دیا، کیا وہ کونسل جس میں کمیونسٹ ممبر ہوں، وہ کونسل جس کے ممبر مسلمان کے ساتھ عیسائی بھی ہوں، وہ کونسل جس کا منشور اسلام دشمنی ہو، کیا واقعی جہاد کروا سکتی ہے؟ عراقی حکومت کے سب ہی مشیر جو ہزاروں کی تعداد میں روی ہیں، وہ بیشتر کچھ کچھ عیسائی ہوں گے، کچھ یہودی بھی ہوں گے، کیا جہاد کرنے والے گے، پوری ایران عراق جنگ میں صدام حسین اور ان کی حکومت نے لبنانی مسلمانوں کی دشمنی اور عیسائی فوج کے قائد بننے کا ساتھ دیا، جس کو اسرائیل کی حمایت حاصل تھی، اور اس نے مسلمانوں کو بے شمار لڑکر ختم کیا کیا وہ اسرائیل کے خلاف لڑیں گے؟ صدام حسین کو حکومت کرتے تقریباً سو سال ہو گئے، کویت پر قبضہ سے پہلے کیا انہوں نے فلسطین کی آزادی، اسرائیل کے خلاف جنگ کی کبھی کوشش کی، اب کیسے کر سکیں گے؟ معروف شام اور اردن دو ایک بار اسرائیل سے لڑے بھی، جس کے نتیجے میں اپنا ایک آدھ حصہ ہوا، کچھ بھی بچ گیا عراق نے ان میں کسی ایک کا بھی ساتھ دیا

فلسطینیوں اور فلسطینیوں کی بے شمار مالی مدد صرف کویت اور سعودیہ نے کی، کیا عراق نے بھی سوائے زبانی جمع خرچ کے کبھی مالی مدد کی، اگر نہیں تو کیوں؟ کیا اس کے پاس وسائل نہ تھے، فوج نہیں تھی، دولت نہیں تھی، پھر کیا بات تھی جس نے اس کو فلسطین کی آزادی اس کی اقتصادی مدد اور اسرائیل کے خلاف جنگ سے باز رکھا، یہ وہ باتیں ہیں جن کا انہد آسان نہیں، جو عراق میں یا عراق سے قریب رہے، وہاں کی چیزیں دیکھتے اور سنتے رہے، ان سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔

عراق زرخیز خطہ ہے، ہر طرح کے وسائل موجود، کھاد وہاں بنتی ہے، دریا بیچ شہر سے وہاں بہتے ہیں، کچھ روکنے باغات وہاں میلوں پھیلے ہوئے ہیں، تیل کی پیداوار سعودیہ اور ایران کے برابر ہے، پھر اس کو ملک کی ترقی سے کس نے روکا؟ عوام کو بھوکا رکھ کر صرف اسلحہ خریدنے کا مشورہ کس نے دیا؟ مسلمان ملک ہے، مسلمان مشیر رکھنے سے اس کو کس نے باز رکھا، خلیج میں اس سے بڑی فوجی طاقت کوئی نہیں تھی، افراد کے اعتبار سے، اسلحہ کے اعتبار سے، اس کے بعد بھی اسرائیل کے خلاف جنگ اب تک کیوں نہ کی؟ اسرائیل نے آکر کے ان کے ری ایئر کو تباہ کر دیا، اس کا جواب عراق نے کیوں نہیں دیا، اسرائیل پر حملہ کرنے کا اس سے چھاپا بھانہ اور کیا ہو سکتا تھا، اس سے فائدہ کس مصلحت کے تحت اب تک کیوں نہیں اٹھایا۔

عراق مسلم ملک ہے، وہاں شراب کی ٹیکوری ہے، شراب ہر بوتل میں کھلے عام بکتی ہے، جگہ جگہ بار تپیں، کیا اس پر روک نہیں لگائی جا سکتی؟ اسلامی شعائر، دائرے وغیرہ سے نفرت کیوں؟ کیا اس سب کے ساتھ اسلام کا بھنگا ملنا ہوگا اور کیا اس کے ساتھ جہاد کہلائے گا۔

کویت پر حملہ عراق نے صرف عین حسد اور اقتدار کی ہوس میں کیا ہے، یہ اپنے بیروں دشمن اور رہنما روس کے اشارہ اور مدد سے، صدام حسین کی دھمکیاں اور لہجہ اس کی غمزدگی بھی کرتا ہے۔

بہت سے سرحدی ڈسپوٹ کہاں نہیں ہیں، کہیں اس طرح دن و رات حملہ اور لوٹ مار ہوتی ہے، کسی نے بھی اس کو بھانہ بنا کر ملک پر قبضہ نہیں کیا، ہندوستان و پاکستان کے بیچ کشمیر کا مسئلہ، الجزائر و مراکش کے بیچ صحرا کا مسئلہ، لیبیا اور چاڈ کے درمیان سرحد کا خود عراق اور ترکی کے بیچ کردستان کا وغیرہ۔

عراق ایران جنگ کے وقت کویت کے امیر جابر احمد الصباح تھے اور ان کا نام صدام حسین عزت سے لیا کرتے تھے، شاہ فہد سے دوستی بنا کر کرتے تھے، اور ان کو خادم الحرمین کہتے تھے، کویت پر قبضہ کرنے کی کویت کے امیر قاروان اور شاہ فہد نے شہنشاہ ہو گئے، عراق ایران جنگ کے وقت عراقی امام خمینی کو دجال اور ان کے شرکاء کو شیطان کہتے تھے، کویت پر قبضہ کے بعد وہ بڑے ہی اچھے ہو گئے، سارے گلے شکوے جلتے رہے، آٹھ سال کی لڑائی ایک سخت بیمول گئے، بغیر کسی شرط کے وہ علاقہ واپس کر دیا، جس کے لئے اتنی طویل جنگ لڑی، ایران، عراق جنگ کے وقت اسی امریکہ، فرانس اور انگلینڈ سے عراق کے بڑے بڑے مجاز تعلقات تھے، وہ سب اچانک دشمن ہو گئے، یہ سب کسی اصول سے ہے یا محض اقتدار کی راہ میں؟ عراق کے بے جا اور ناجائز قبضہ سے ملکوں کی معیشت پر بڑا اثر پڑا، وہ لوگ تو وہاں رہ کر اپنے اعزہ و اقربا کی مدد کرتے تھے، وہ ختم ہو گئی، ان کے وہ اثاثے جو انہوں نے اپنے بچوں کے مستقبل کی تعمیر کے لئے بینکوں میں چھوڑے تھے، اس سے ہاتھ دھونا پڑا، گھروں میں جو کچھ گڑبستی جمع کی تھی، سب عراقیوں نے لوٹ لی یا بیچ کر بیچ کر ان کے ہاتھ بیچ کر آنا پڑا، اس اچانک حملہ سے کتنے گھرا جڑ گئے، کتنی جائیں تلف ہو گئیں، یہ سب کس کے سر ہے، کیا اس سب کو جہاد کا نام لے کر اٹھ کر کہہ کر دھوکا دیا جا سکتا ہے۔

ہاں سیدھے مسلمان دھوکا کھا سکتے ہیں، جن کو یہ معلوم نہیں کہ عراق کہاں ہے اور ان کے حکمرانوں کے کیا اصلی خیالات ہیں اور ان کا عمل اپنے ملک میں کیا رہا ہے۔

لکھنؤ کے معروف علمبردارانہ

شمارتہ العتبہ زعفرانی حنا

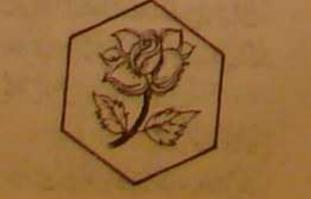
مجموعہ وغیرہ

طلب فرمائیں

سارخا زعفرانیان تھریڈسٹ

یوسف بھٹائی، ۱۰۰، نادان، جس ڈوڈ

لکھنؤ



تنتے خوش نصیب ہیں لوگ

تنتے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اپنے گناہوں کے نیک بندوں کی فہرست میں شامل کرتے ہیں، خدا کو ان سے اللہ تعالیٰ نے اپنے کام پاک میں اس طرح کیا ہے کہ وہ ان کا قصور بخون اور کچھ نہیں ان کو عطا فرمایا ہے اس میں سے عجز کرتے ہیں۔

۱۔ وہ، ایمان، ایمان، آفات سے دو چار ہے اور دنیا کے کسی گوشہ میں مسکن نہیں نظر آتا ہے، نسل و نسل گری لوٹ مار اور دسروں کی حق تلفی کا ہونے سے خود مسلمان جو امت دعوت تھے ان کے حالات بدستور بتائے جاتے ہیں، ان حالات کی جو بھی توجیہ کی جائے یہ ہے کہ ہم جہاں نہیں بھی ہوں اپنے ماحول کو اپنی ماحول بنانے کی کوشش کریں، نیز اپنے ماحول میں دینی ماحول بنانے کا کام کریں، لوگ کوئی نہ کر کے نام برائیوں کی جڑوں سے نوا آفتیت ہے، غریب سے غریب سے، ماحول کے سلسلہ میں ہر شخص جو کوشش کرے گا، کوئی نہ ناقص اور لوٹا نہیں کے باوجود ماحول ہی وہ سرچشمہ ہے جس سے اس کی بددینی کی روشنی آتی اور اسے نیت کی بھینٹی بری ہوتی ہے، عیب سے وہ آواز دہکتے ہیں جو زندگی کے ہنگاموں میں ہونے چاہتے ہیں، اس نیت کی بھینٹی بری ہوتی ہے، لہذا ماحول کی بقا و تحفظ اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ہر مسلمان کو گھر سے باہر جانا چاہیے اور وہ کچھ بھی کر سکتا ہے کہے۔

قرآن مجید اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور دینی مسائل کے سلسلہ میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کی خدمات متقاضی ہیں، اس کے قیام کو بفضلہ تعالیٰ ایک سال ہوئے ہیں، خدا کا شکر ہے کہ اس شان میں اس نے کراچی قدر علمی و دینی خدمات انجام دی ہیں، ادارہ کی خوش قسمتی ہے کہ ایک مدت سے اسلحہ حضرت مولانا ابوالحسن علی مدنی مدظلہ العالی کو آج اور سرپرستی بھی حاصل ہے جن کے دور نظامت میں وہ ایک عظیم اسلامی ادارہ بن سکا ہے اور اسلامی تعلیمات کی نشوونما اور دینی زندگی کے لئے اس کے طلباء و اساتذہ اور کارکنان حتیٰ الوسع کوشاں ہیں اس وقت دارالعلوم میں ہندوستان کے دور دراز علاقوں کے علماء و دوسرے ممالک کے طلباء بھی زیر تعلیم ہیں اور مختلف ممالک سے داخلہ دہنواستیں جاری ہیں، جس کی بنا پر داخلوں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے، دارالعلوم اور خاص طور سے عہد دارالعلوم میں باوجود وسعت کے بہت ہی محسوس ہوسکتی ہے داخلہ کے امیدوار بہت سے طلبہ کو ہر سال واپس ہونا پڑتا ہے، یہ صورت حال ذمہ داران دارالعلوم کے لئے سخت باعث فکر و تشویش ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے چند سال قبل لکھنؤ سے، اکھویش کے فاصلہ پر واضح بہت متوشیص حضرت ناظر صاحب ندوۃ العالی سے عقیدت رکھنے والے دیندار مسلمانوں کے تعاون سے کچھ وسیع آراضی جمع ایک قدیم خدمت مسجد حاصل ہو گئی تھی جس میں فوری طور پر ایک مدرسہ کا اجراء کیا گیا تھا، اب ماہ شمارہ ۲۰۰۰ سال سے وہاں شعبہ حفظ اور ابتدائی عربی درجہ کی بھی تعلیم دی جاتی ہے، یہ پورا نظام مسجد کے تنگ خدمت محدود اور عارضی اقدامات ہیں، میں انجام پانا ہے مسجد کی توسیع و درگاہ اور دارالافتاء کی تعمیر کی فوری ضرورت کی بنا پر سوسلی کی تعمیر شروع کر دی گئی تھی، اب بنام دارالعلوم اور دارالافتاء کی تعمیر بھی شروع کر دی گئی ہے اس کی تکمیل ہو جانے سے طلباء کی مزید تعداد کو مستفادہ کی سہولت حاصل ہو جائے گی، سرمت وہاں طلباء کی تعداد ۲۰۰۰ ہے اور اساتذہ و عملہ کی تعداد ۵ ہے، فوری اور ہنگامی طور پر دستے حصہ کی تعمیر ضروری ہے، وہ تقریباً ۲۵ لاکھ کی لاگت سے تیار ہو سکے گا، امید ہے کہ جن بھائیوں کو اللہ تعالیٰ نے نوازا ہے، وہ دل کھول کر نہ صرف خود اس میں حصہ لیں گے، بلکہ دوسرے دوستوں کو بھی اس کی طرف متوجہ کریں گے، یہ ایسا صدقہ معاریہ ہے جس کا سلسلہ جاری جاری ہی رہتا ہے، صاحب حیثیت حضرات اپنے رحمتوں کے احوال قیام کے لئے ان کے نام سے بھی گھر سے بڑا مستقل خدمت معاریہ کا سلسلہ قائم کر سکتے ہیں، تعمیر کا کام شروع کر دیا جائے لیکن رقم کی شدید دشواریوں کا سامنا ہے امید ہے کہ اہل خیر حضرات اپنا تعاون پیش کرنے میں تاخیر نہ فرمائیں گے۔

امولانا، معین اللہ ندوی (مولانا) محب اللہ ندوی

نائب ناظم ندوۃ العلماء (مستردار، دارالعلوم ندوۃ العلماء)

ڈاک، چک ڈران، سنی انڈسٹریل ایریا، پورہ، فریڈ سٹریٹ، سنی، کراچی، پاکستان

چک ڈران، فرسٹ فریڈ سٹریٹ، ناظم ندوۃ العلماء، پورہ، فریڈ سٹریٹ، سنی، کراچی، پاکستان

HAZIM NADWIATUL ULMA PO BOX 93 NADWA LUCKNOW

صدام حسین کی سوانح حیات

چند سطروں میں

پیدائش ۱۹۳۷ء
 پلاٹن اپنے سوتیلے باپ اور چچا سعدون تکریتی کا ۹۵ھ لیس کیا
 عبدالکریم قاسم پر گولی چلانے میں سبقت کی۔
 بغداد سے خزاہ جو کہ تین سال بیروت کے بر خانو کی سفارت خانے میں گزارے۔
 قاہرہ کے دوران قیام میں مصریوں کو قتل کیا
 عبدالکریم قاسم کا تختہ الٹے میں جن رفقارے ساتھ دیا تھا ان کو بیز کسی جرم کے ۲۸ اگست ۱۹۷۹ء کو (جس کی تعداد ۶۶ تھی) گولی سے مارا دیا۔
 ۸، ۱۹، ۷۹ کو جوں اور وکیوں کے ساتھ تقریر کرتے ہوئے کہا جس عراقی خاتون نے پہل بار نقاب اتار دیا ہے اسے تمام عراقی خواتین کے لئے قربانی کہئے۔
 جس کے حکم سے چار سو نو جان بالعمول کو اسٹیک گولی مار دی گئی کہ وہ افغان مجاہدین کے لئے چندہ وصول کر رہے تھے۔
 جس کے حکم سے عراقی دستوں نے ترمیم کی گئی کہ جو شخص بھی کسی دینی جماعت سے تعلق رکھے گا یا کسی اور نام سے دین کا کام کرے گا اس کو پھانسی دی جائے گی۔ ۳۱ اگست ۱۹۷۹ء صدام ہی کے حکم سے ۲۳ مارچ ۱۹۷۹ء کو کرد مسلمانوں پر کیمیائی گیس کی بمباری کی گئی جس سے ستر ہزار مسلمان مارے گئے اور پچاس ہزار سے زائد مفلوج ہو گئے۔
 اللہ، ادیان و مذاہب۔ اخلاقی قدروں جاگردار نظام، ان سب کو میوزیم میں مومیا لگا کر رکھ دیا گیا ہے۔ (عراقی دستور کے تمہیدی فقرے سے)
 سرکاری طور پر زنا کاری اور شراب نوشی کی اجازت ہے۔
 صرف بغداد اور بصرہ میں باسٹھ ہزار لائسنس یافتہ سرکاری دوکانیں ہیں۔
 صدر جمہوریہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ عرب قوم پرستی، اشتراکیت پر ایمان و یقین رکھے قرآن اور حدیث پر ہم اس لئے نہیں عمل کرتے کہ عراق میں اسلام کے علاوہ بھی دوسرے مذاہب ہیں۔
 ۱۹۷۹ء میں عراق میں حزب البعث العربی کی تشکیل کے وقت اسے جو بنیادی ارکان تھے ان میں سے صرف صدام باقی ہیں۔ ۱۹۷۹ء تا ۱۹۷۹ء کے درمیان احمد حسن البکر سے تعلق رکھنے والے تمام وزراء کو صدام نے قتل کر دیا۔
 عراق کے مشہور عالم شیخ عبدالوہاب زبیری کو صدام نے عین خطبہ جمعہ کے دوران گولی مار دی تھی۔
 صدام کے عہد میں نوے ہزار عراقی جیلوں میں بے مقدم چلائے آٹھ سال سے بند ہیں
 چھ لاکھ عراقی ملک سے باہر جلا وطنی کی زندگی گزار رہے ہیں۔
 ان سب کی حکومت کے نتیجے میں اپنے محکمات کو برباد کر کے، نادوں فوجوں کو شرق و وسط میں داخل کر کے فزائم کر دیا اور خود اپنے ملک کی اینٹ سے بجادی آیت بجا دی۔
 صدام حسین کا لفظی ترجمہ: امام حسین کو بہت صلہ ہو چکا ہے والا۔

تخلیج کی جنگ اور ذہنی انتشار

یقیناً..... انھیں ذائقہ
 فکر..... انھیں یہ پتہ ہے کہ صدام حسین کے کویت
 پر دھمکی کی کیا حقیقت ہے اور ان کے ساتھ
 خود کویت اور سعودی عرب نے کیا تعاون کیا، اور
 بال مدنی اور انھوں نے یہ جنگ خود مول لی ہے
 اس نے عرب لیگ، تنظیم، مقرر اسلامی، تمام مشور
 کی تمام تجاویز کو مسترد کر دیا ہے۔ دستوں کے زور و جوا
 مشورہ کو ٹھکرا دیا، انھیں یہ حقیقت معلوم
 ہے کہ صدام حسین منافقانہ طور سے انھیں اپنے دل
 میں کیسے خوب لالچ رکھتے ہیں۔ انھیں

عراقی دستور کے خاص نکات

دفعہ ۲۔ صدر جمہوریہ کے لئے ضروری اور فخر ہے کہ وہ اشتراکیت پر ایمان رکھے اور عرب قوم پرستی اور سکولرازم کو اپنا لقب الیمن بنا لے۔
 ۶۔ دین بنیادی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے اسے حزب البعث العربی اپنے تمام ارکان پر زور دیتا ہے کہ وہ سکولرازم کی ترویج و اشاعت پر زیادہ توجہ دیں اور دین سے جو نظریات پیدا ہو سکے ہیں ان سے چوکنما رہیں۔
 عربوں نے جاگیر دارانہ اور سرمایہ دارانہ نظام کے ذریعہ مساوی و مشکلات کو حل کرنے کی کوشش کی لیکن کچھ حاصل نہ ہوا۔ اب عربوں نے ان سروسروسوں کو جو جدوجہد کے لئے اپنے کو کر لیا ہے اس جدوجہد کے نتیجے میں ایک نیا نیا وارڈ چاہے جو آہستہ آہستہ پرانے چہرہ رہا ہے یہ نئے نئے عراقی اشتراکی انسان کے علاوہ کچھ نہیں۔ ایسا کرش عرب انسان جو بیمار معاشرہ میں یعنی اخلاقی قدروں کو ختم کر دے گا۔ جدید عربی تہذیب اور خاص عرب معاشرہ کی تخلیق کے لئے ضروری ہے کہ ایسا عربی اشتراکی انسان تیار کیا جائے جو اس بات پر ایمان و یقین رکھے کہ اللہ، ادیان و مذاہب، جاگیر داری سرمایہ داری اور نام بنیاد اخلاقی قدروں کی جگہ اب میوزیم میں ہے۔ (عراقی دستور کے تمہیدی فقرے سے)
 دفعہ ۲۲۵۔ جو شخص صدر جمہوریہ یا کے قائم مقام یا حزب البعث العربی پر ناروا تنقید کرے گا یا توہم کو حکومت کے خلاف بھڑکانے کا اس کو عمر قید کی سزا دی جائے گی اور اس کی منقولہ و غیر منقولہ جائیداد ضبط کر لی جائے گی۔
 دفعہ ۲۶۱۔ جو شخص کسی دینی جماعت سے تعلق رکھے گا۔ یا کسی اور نام سے دین کا کام کرے گا اس کو پھانسی دیدی جائے گی۔

تلاش کے بغیر کوئی اہم موقف اختیار کرنا پوری امت کو ہلاکت کی طرف لے جائے اسے اس وقت کو آزاد کرنا لانا اس لئے ضروری حکومت کے خلاف جنگ شروع کر دی جے جے کی ایم میں اور علیہ حرکات قتل غارتگری کے مواقع فراہم کئے اب صدام حسین نے بھی آزادی فلسطین کا نعرہ لگا کر کویت پر چڑھائی کی۔ کڑی انداز میں پچھلے شکر کشی اور حرمین شریفین کی آزادی کی دھمکی دے دی پھر اس کی سورا فوج آزادی فلسطین کے نام پر محصور ہیں، بے گناہ عورتوں کو بے دریغ قتل کیا اور لوٹ کھسوٹ، آتش زنی، ایذا رسانی کا لائق تقریر کر دیا اور اکیلا ان کے حامیوں کو (اپنے بیروں) صدام حسین کے متعلق کچھ نہیں معلوم نہ وہ بڑھتے ہیں نہ جانتے کی کوشش کرتے ہیں البعث پارٹی، اشتراکیت، صدامی حکومت کی کیا تاریخ ہے کھسلا حہرہ حکومت پر فالغ ہوئے اور کتنے بے گناہوں کا خون کیا اور ان کی زندگی کیسی تھی ان کا علمی معیار کیسے کم لوگوں کی تربیت میں دے رہے ہیں لوگوں کے ساتھ ان کا برتاؤ کیسا رہا۔ یہ سب نہ وہ بڑھتے ہیں، نہ جانتے کی کوشش کرتے ہیں اس سلسلہ میں جب ان کے سامنے کوئی بات رکھنے تو ان کا جواب ہوتا ہے کہ یہ امر کی پروپیگنڈا ہے جیسے آپ کسی میڈیٹ سے بات کریں وہ ان کے سامنے اپنے شبہات و اعتراضات کو کھینچ کر توجہت جواب دیں گے کہ یہ محض امر کی پروپیگنڈا ہے۔ یہ عین حقیقت ہے۔
 یہ عین حقیقت ہے کہ صدام حسین نے اپنے دل میں کیا تھا کہ آزادی قدس کا راستہ جزیرہ العرب ہو کر گناہ

بقیہ :
 امت کو علاقوں میں تقسیم

پھر انشاء اللہ امت بننے والا کام ہوگا اور شیطان اور نفس خدانے چاہا تو کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔
 اس کے بعد حضرت مولانا نے یہ بات میں محنت کرنے اور دکھانا نے پر خصوصیت کے ساتھ زور دیا اور حسب معمول دُعا پڑھ کر ختم ہوئی۔

امت کو علاقوں و پارٹیوں میں تقسیم کرنے سے امت کی وحدت باقی نہیں رہتی

شیخ التلیح حضرت مولانا محمد یوسف صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ امت کو تقسیم کرنے سے امت کی وحدت باقی نہیں رہتی۔
 حضرت مولانا محمد یوسف صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ امت کو تقسیم کرنے سے امت کی وحدت باقی نہیں رہتی۔
 ۳۱ مارچ ۱۹۷۹ء میں کئی دن بعد نماز فجر، پانچ بجے لاہور میں ایک اہم تقریر فرمائی تھی۔ آپ کی زندگی کی ایک اہم آخری تقریر تھی، جو تاریخ کی خدمت میں پیش ہے۔ (ادارہ)

دیکھو میری طبیعت بھٹیک نہیں ہے۔ ساری رات مجھے نیند نہیں آئی اس کے باوجود ضروری سمجھ کر بول رہا ہوں، جو کچھ کہنے کیلئے اللہ تعالیٰ اسے چکائے گا، ورد اپنے پاؤں پر کھاڑی مارے گا۔
 یہ امت بڑی مشقت سے بنی ہے۔ اس کو امت بنانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے بڑی مشقتیں اٹھائی ہیں اور ان کے دشمن یہود و نصاریٰ نے پیشکش کی کوششیں کی ہیں کہ مسلمان ایک امت نہ رہیں بلکہ کئی کئی حصوں میں تقسیم ہو جائیں تو دنیا کی ساری طاقتیں بھی بن کر ان کا بال بیکا نہیں کر سکیں گی۔ اگر ہم اور امت ان کو ختم نہیں کر سکیں گے، لیکن اگر وہ خود بخود فنا ہو جائیں تو دنیا کی ساری طاقتیں بھی بن کر ان کا بال بیکا نہیں کر سکیں گی۔ اگر ہم اور امت ان عیسیتوں کی وجہ سے باہر امت کے ٹکڑے کر کے رہے تو خدایا قسم تمہارے ہتھیار اور ہتھیاری قوتیں تم کو نہیں بچا سکیں گی۔

مسلمان ساری دنیا میں اس لئے پرت رہا اور رہا ہے کہ اس نے اپنے لئے کچھ کر کے حضور کی قربانی پر پائی پیروی کی ہے۔ میں یہ دل کے غم کی باتیں کر رہا ہوں، ساری تباہی اس وجہ سے ہے کہ امت نہ رہی بلکہ کئی کئی حصوں میں تقسیم ہو گئی اور حضور کے لئے جس طرح امت بنائی تھی،

امت بننے کے لئے اور مسلمانوں کے ساتھ خدایا بندہ ہونے کے لئے صرف یہ کافی نہیں ہے کہ مسلمانوں میں نماز، روزہ، حج، عمرہ اور صدقہ کی تعلیم ہو، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کاتب ابن ابی اسحاق اور ایسا ذکر تھا کہ جب اسکو قتل کرتے وقت غم میں بھروسے لوگوں نے اس کی زبان کا جی چاہی تو اس نے کہا سب کچھ کر لو، لیکن میری زبان امت کا تو کتا نکلنے کے آخری سانس تک میں اس سے اللہ کا ذکر کرتا رہوں۔ اس کے باوجود حضور نے فرمایا کہ تمہاری زبان کا قاتل میری امت کا سب سے زیادہ دشمن تھا اور بد بخت ترین آدمی ہوگا اور مدد ساری تقسیم تو ابوالفضل فیضی نے بھی حاصل کی تھی اور ایسی حاصل کی تھی کہ قرآن پاک کی تفسیر بے نقط لکھی۔ حالانکہ انھوں نے ہی اکر کر گرا کر کے دین کو برباد کیا تھا، تو جو اس ابن ابی اسحاق نے لکھی تھی وہ امت کے لئے اور خدایا نہیں لکھی تھی۔

حضرت شاہ اسماعیل شہید اور سید احمد شہید اور ان کے ساتھی دین اری کے گناہوں سے بہترین جوہر تھے، وہ جب سرحدی سکائے میں بیٹھے اور وہاں کے لوگوں نے ان کو اپنا بڑا بنایا تو وہاں کے کچھ مسلمانوں کے دلوں میں یہ بات آگئی کہ یہ دوسرے علاقے کے لوگ ان کی بات یہاں کیوں چلے۔ انھوں نے ان کے خلاف بغاوت کر لی، ان کے کتے ہی ساتھی شہید کر دیے گئے، اور اس طرح توڑ پھوسا، علاقہ بنیاد پر امت بننے کو توڑ دیا، اللہ نے اس کی سزا میں انگریزوں کا مسلہ کیا یہ خدا کا عذاب تھا۔

یاد رکھو میری قوم اور میرا علاقہ اور میری برادری سب امت کو توڑنے والی باتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کو یہ باتیں اتنی ناپسند ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ جیسے بڑے صحابی سے اس بارے میں جو اجتہادی مصلحت ہوئی درجہ گری نہ گئی ہوئی تو اس کے نتیجے میں انصار اور مہاجر میں تفریق ہو جاتی اس کا نتیجہ حضرت سید کو دنیا ہی میں بھگتنا پڑا روایات میں یہ ہے کہ ان کو جہاد کے قتل کر دیا اور مدینہ میں یہ آواز سنائی دی اور بولنے والا کوئی نظر نہ آیا۔

قتلنا سید الخضر، محمد بن عبد الوہاب، جہم فلم خطبہ شواہد۔ اس واقعے ثابت کر دیا اور اس کو دیکھ کر اچھے سے اچھا آدمی بھی اگر قومیت یا علاقے کی بنیاد پر امت بننے کو توڑے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو توڑ کے رکھ دے گا۔

امت جب بنے گی جب امت کے سبھی حصے بلا تفریق اس کام میں لگ جائیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دے کے گئے ہیں اور یاد رکھو امت بننے کو توڑنے والی چیزیں معاشرت اور معاملات کی خرابیاں، ایک فرد یا طبقہ جب دوسرے کیساتھ ناانصافی اور نظر کرے اور اس کا پورا حق اس کو نہیں دیتا اس کو تکلیف دیتا ہے یا اس کی تحقیر اور بے عزتی کرتا ہے تو تفریق پیدا ہوتی ہے اور امت بناؤ مشابہ، اس لئے میں کہتا ہوں کہ صرف کلمہ اور سب سے امت نہیں بنے گی۔ امت معاملات اور معاشرت کی اصلاح سے اور سب کا حق ادا کرنے اور سب کا کام کرنے سے بنے گی بلکہ جب تک، جب دوسروں کے لئے اپنا حق اور اپنا مفاد قربان کیا جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے اپنا سب کچھ قربان کر کے اور اپنے پیچھے کچھ نہیں چھوڑنے کے اس امت کو امت بنا دیا تھا، حضرت عمر نے اس امت کی شکل چھائی ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ عمل فرمایا ہے اور پورا فائدہ ہر جہاں ہے اور ایک کی بات جو پیدا کر رہی ہے، اس سے سب سے زیادہ ضرورت اس کی ہے کہ وہاں پر قابو ہو اور یہ ہو سکتا

صدام حسین کی اپنے ہاتھوں بنائی ہوئی تصویر

بڑی دلچسپی سے سامنے آ رہی ہے۔ صدام حسین کی اپنے ہاتھوں بنائی ہوئی تصویر۔ مولانا نذرانہ حفظہ ندوی

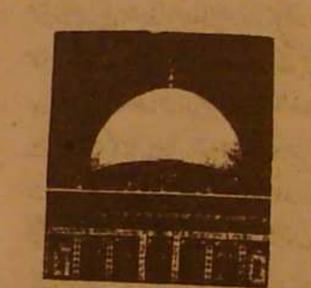
بڑی دلچسپی سے سامنے آ رہی ہے۔ صدام حسین کی اپنے ہاتھوں بنائی ہوئی تصویر۔ مولانا نذرانہ حفظہ ندوی

بڑی دلچسپی سے سامنے آ رہی ہے۔ صدام حسین کی اپنے ہاتھوں بنائی ہوئی تصویر۔ مولانا نذرانہ حفظہ ندوی

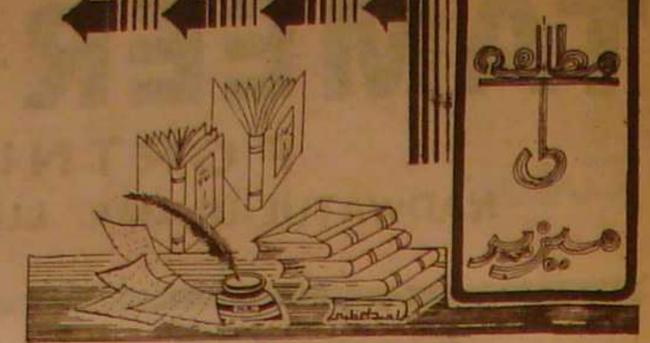
عراق میں صدام مخالف مظاہرہ

بغث پارٹی کے کارکن ہلاک

بغث پارٹی کے کارکن ہلاک



بغث پارٹی کے کارکن ہلاک



محمد خالد ندوی غازی پوری

نام کتاب: نصف صدی قبل کا سفر نامہ

نصف صدی قبل کا سفر نامہ

اور خوب چکا ہے کہ کسی پر مضمونی نہیں، اس صورتحال نے پوری دنیا کو زلزلہ لپیٹ میں لے لیا ہے، پیش نظر کتاب کو اس المناک حادثہ کے اسباب و محرکات اور اثرات و نتائج کا ایک بصیرت منانہ جائزہ ہے جس نے مسلمانوں کے سیاسی وحدتی کو نہیں بلکہ ماضی کی تصویر اور اخلاقی قدروں کو بھی پامال کیا ہے، موجودہ حالات میں اس کتاب کا مطالعہ مفید ہوگا

نام کتاب: حضرت ولید بن عقبہ